تصورِ روایت، محمد حسن عسکری کی نظر میں

ڈاکٹر شمیم اختر

9891937153

محمد حسن عسکری ایک نمایاں مقام و مرتبہ کے حامل ادیب ہیں۔ ان کا شمار ایسے ادیبوں میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی مفکرانہ اور دانشورانہ تحریروں سے اردو ادب میں نئے مباحث کو جنم دیا۔ ان کی ادبی کاوشیں متنوع ہیں، جہاں انہوں نے افسانہ نگاری کو نئی جہت بخشی، وہیں ادب و تنقید کے سلسلہ میں فکری گفتگو کو بھی نئے تناظرات سے آشنا کیا۔ اردو ادب کی تاریخ میں محمد حسن عسکری کی حیثیت اس اعتبار سے مختلف اور اہم ہے کہ انھوں اردو ادب کی فکری سمت نمائی کی سعی کی اور ادب شناسی کے سلسلہ میں نئی جہت کی تعیین کرتے ہوئے اس کے تمام ابعاد و طرق پر فلسفیانہ مباحث کے ذریعہ غور و فکر کے نئے زاویے وا کیے۔ وہ اپنے انداز نظر اور غور و فکر کی اس نئی روش کے سبب اردو ادب میں برابر پہچانے جاتے رہیں گے۔

محمد حسن عسکری نے اپنے ادبی سفر کا آغاز مغرب کے ادبی اور فکری رجحانات و میلانات کے حوالے سے کیا ہے، وہ انگریزی ادب کے متعلم بھی رہے اور معلم بھی، انھوں نے مغربی ادبیات کا گہرائی سے مطالعہ بھی کیا ہے اور مغربی ادباء و شعراء کے افکار و آراء تک پہنچنے کی سعی بھی کی ہے۔ الغرض انھوں نے مغربی افکار و خیالات سے اپنے علم اور اپنی فکر کی شمع روشن کی ہے۔ بقول ان کے ''غالب کی ذہنیت اور میر کی ذہنیت میں کتنا فرق ہے، اس کا مجھے کبھی پتہ نہ چلتا اگر میں مغرب کے ادب سے تھوڑا بہت واقف نہ ہوتا۔ ...... اگر میں نے اردو ادب کے بارے میں کبھی کوئی سمجھ بوجھ کی بات کی ہے تو صرف اسی لئے کہ میں نے مغرب کے لوگوں سے چند امتیازات سیکھے ہیں''۔

محمد حسن عسکری کے یہاں مغربی ادب کو سمجھنے کی شعوری کوشش ضرور ملتی ہے، مگر ان کی تحریروں میں مغربی ناموں کے حوالے یا مغربی تخلیقات سے استناد حاصل کرنے کی کوشش کسی فیشن یا زمانہ کی چلن کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ انھوں نے مغرب کے شعر وادب اور تہذیب وتمدن کا گہرا مطالعہ کیا ہے اور مغرب کے مطالعہ سے اپنی فکر کو مہمیز کیا ہے۔ لیکن اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ انہوں نے مغربی ادب کی وسعت وعظمت کے باوجود اس پر بالکلیہ ایمان بھی نہیں لائے بلکہ اس کا موازنہ اپنے فکری وتہذیبی سرمایہ سے بھی کیا ہے اور رد وقبول کے خراد سے بھی گزرا ہے۔ ان کی تحریریں اس بات پر شاہد ہیں کہ اردو ادب کا جائزہ لینے میں وہ مغربی مصنفین کے ناموں سے نہ تو خود گھبرائے اور نہ مرعوب ہونے کی دعوت دی، بلکہ انھوں ان نقادوں کی سرزنش کی ہے جو مغرب کے فنکاروں کو سمجھے بغیر اور مغرب کے ادب کے مطالعہ کے بغیر اپنی تحریروں میں مغربی فنکاروں اور تخلیقات کا حوالہ دیتے ہیں اور اردو ادب پر سطحی انداز سے مغربی افکار وخیالات اور اصول وضوابط کو منطبق کرتے ہیں۔ اسی لیے وہ کہتے ہیں ''ہمارے نقادوں نے ادب کی تاریخوں سے مغربی مصنفوں کے نام نقل کر کر کے ہمارے لکھنے والوں کی تخلیقی تحریک کو میٹھی نیند سلا دیا''۔ محمد حسن عسکری کا خیال ہے کہ مغربی کی تخلیقات اور فنکاروں کو سمجھے بغیر ہم اردو ادب کو مغربی ادب کے درجہ تک نہیں پہنچا سکتے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

> ''ہمیں مغربی ادب کو صرف پڑھنا ہی نہیں بلکہ سمجھنا اور سمجھانا بھی چاہئے۔ صرف مغربی ادب کی تاریخیں الٹنے پلٹنے سے کام نہیں چلے گا۔ بلکہ انفرادی طور سے مغربی مصنفوں کا مطالعہ ہونا چاہئے۔ مطالعہ صرف ان کے ''فلسفہ حیات'' کا نہیں بلکہ ان کے ادبی طریقہ کار کا............مغربی

ادب کے دو ایک موضوعات نقل کر کے ہم سمجھ بیٹھے کہ ہم بھی ان لوگوں کے برابر ہو گئے۔ دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ ادبی اور جمالیاتی اصول ٹھوس شکل کس طرح اختیار کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسا فریضہ ہے جس سے ہماری تنقید دامن بچائے گی تو ہمارا ادب وہیں کا وہیں رہے گا جہاں آج ہے''

(محمد حسن عسکری، تنقید کا فریضہ (موجودہ حالات میں)، مجموعہ محمد حسن عسکری، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور-2008،ص:265)

مندرجہ بالا اقتباس اس بات پر شاہد ہے کہ محمد حسن عسکری مغربی ادب کے سنجیدہ مطالعہ پر زور دیتے ہیں اور اردو ادب کو عالمی درجہ دلانے کے لیے مغرب کی خوشہ چینی کو ضروری خیال کرتے ہیں۔ اسی لیے وہ مغربی افکار و خیالات، مغرب کے فنکاروں اور ان کی تخلیقات کو گہرائی و گیرائی سے سمجھنے اور اردو ادب کے مطالعے میں اس سے سند حاصل کرنے کی ضرورت کی طرف توجہ مبذول کراتے ہیں۔ لیکن جب وہ ادبی روایت کے تعلق سے بحث کرتے ہیں تو اس سلسلے میں مغربی فکر کو ناقص قرار دیتے ہیں۔ روایت اور تصور ادب کا صحیح نظریہ کیا ہے؟ اس کا جواب عسکری نے ایک فرانسیسی ادیب و مفکر رینے گینوں کے حوالے سے دیا ہے۔ اس سلسلے میں محمد حسن عسکری کے مضامین 'روایت کیا ہے؟' اور 'اردو ادب کی روایت کیا ہے؟' اہم ہیں۔ ان مضامین میں انھوں نے نہ صرف یہ کہ مغربی تصور روایت کی نفی کی ہے بلکہ روایت کے اصلی مفہوم کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی ہے اور اس زاویہ سے اردو ادب و تنقید کو ایک مضبوط بنیاد بھی فراہم کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''روایتی ادب اور روایتی فنون صرف روایتی معاشرے میں پیدا ہوسکتے ہیں اور روایتی معاشرہ وہ ہے جو مابعد الطبعیات کی بنیاد پر قائم ہو۔ مابعد الطبعیات چند نظریوں کا نام نہیں التوحید واحد۔ ما بعد الطبعیات صرف ایک ہی ہوسکتی ہے، یہی اصلی اور بنیادی روایت ہے۔ اس کا تعلق کسی نسل یا ملک سے نہیں البتہ اس کے اظہار کے طریقے مختلف ہوتے ہیں اور ہندو روایت یا چینی روایت یا اسلامی روایت میں فرق انہیں طریقوں کے اختلاف سے پیدا ہوتا ہے'' (محمد حسن عسکری، روایت کیا ہے، مجموعہ محمد حسن عسکری، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور-2008،ص:639)

محمد حسن عسکری کا خیال ہے کہ چونکہ مغرب میں روایت کا بنیادی تصور نہیں ہے، اسی وجہ سے مغرب میں ہر چیز کی روایت جداگانہ تصور کی جاتی ہے، مثلاً معاشرتی روایت، ادبی روایت، مذہب کی روایت، کھیل کود اور سیر وتفریح کی روایت وغیرہ۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر مغرب میں مرکزی روایت کے تعلق سے بحث ہوتی بھی ہے تو معاشرتی روایت کو بنیادی اور مرکزی روایت قرار دیا جاتا ہے جو کہ رسم رواج اور رہن سہن تک محدود ہے، اس روایت کا انحصار چونکہ کسی آسمانی کتاب پر نہیں ہے اس لیے یہ بدلتی رہتی ہے۔ اسی وجہ سے ان کا خیال ہے کہ روایت کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ جو ادب پارہ پرانا ہوجائے اور ماضی کی داستان بن جائے اسے روایت کا نام دے دیا جائے۔ وہ روایت کو صرف ماضی کے کامیاب تجربوں کا نام بھی نہیں دینا چاہتے اور نہ ہی

روایت کو ہمیشہ بدلتی رہنے والی چیز تصور کرتے ہیں۔ان کے خیال میں روایت صرف ایک ہے یعنی دین و مذہب اور وہ بنیادی اور مرکزی روایت ہے، اور بقیہ روایتیں مثلاً معاشرتی روایت، ادبی روایت وغیرہ سب اسی مرکزی روایت کا ہی حصہ ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ ''معاشرتی روایت، ادبی روایت، دینی روایت یہ الگ الگ چیزیں نہیں بلکہ ایک بڑی اور واحد روایت ہے جو سب کی بنیاد ہے اور باقی چھوٹی چھوٹی روایتیں اسی کا حصہ ہیں اور اسی سے نکلی ہیں۔ اسلامی اصطلاح کے مطابق اسی بنیادی روایت کا نام ''دین'' ہے''۔ گویا روایت سے متعلق محمد حسن عسکری کا بنیادی رویہ یہ ہے کہ روایت کا تعلق دین سے ہے، اور روایتی شعور سے مراد مذہبی شعور ہے۔ اسی وجہ سے ان کا خیال ہے کہ ہمارے ادبی شعور اور ادبی روایت کا تعلق مذہبی شعور سے ہے جو کہ مرکزی اور بنیادی روایت ہے لہٰذا اسی پس منظر میں تفہیم ادب کی کوشش کرنی چاہئے۔

ادبی روایت کو دین و مذہب سے متعلق قرار دینے کی وجہ سے محمد حسن عسکری کا خیال ہے کہ کہ حالؔی اور شبؔلی نے مغربی افکار سے غذا پا کر ادبی تنقید کے جو ضابطے مقرر کیے اور شعر و ادب کے سلسلہ میں جو اصول پیش کیے اس سے اردو شاعری کو کافی نقصان پہنچا، کیونکہ انھوں نے مغرب کی پیروی میں شاعری کو دین سے الگ کر دیا۔ ان کا خیال ہے کہ ان بزرگوں نے شاعری کی بنیاد جذبات کو قرار دیا اور شعر و ادب کا مقصد اخلاقی اصولوں کی ترویج ٹھہرایا۔ حالانکہ دین میں سب سے پہلی چیز عقیدہ ہے، اس کے بعد عبادات اور پھر اخلاقی اصول آتے ہیں۔

ان کا خیال ہے کہ چونکہ مغرب میں مذہب کے زوال کے سبب عقائد کی اہمیت بالکل ختم ہوگئی تھی اور عبادات کو مغرب نے رسم و رواج کا نام دے دیا تھا، چنانچہ مغرب نے اخلاقیات کو مذہب کا بدل سمجھ لیا اور اسی کی ترویج و تبلیغ کو مذہب کا مقصد قرار دیا اور مذہب کے تعلق سے انہیں خیالات کو مغرب نے شعر و ادب پر بھی عائد کر دیا۔ چنانچہ حالؔی و شبؔلی نے مغرب کے ان خیالات کو دانشمندی کا جوہر سمجھتے ہوئے اردو شعر و ادب پر اطلاق کر دیا اور یہ بات نظر انداز کر دی کہ اسلام میں

دین محض جذبہ اور اخلاق کا نام نہیں ہے۔ اس طور پر حالی وشبلی نے اردو شاعری کو دین سے الگ کر کے ادبی شعور کو نقصان پہنچایا، چنانچہ لکھتے ہیں:

> ''مگر شبلی مرحوم اور حالی مرحوم وغیرہ پر انگریزوں کی ایسی ہیبت طاری ہوئی تھی کہ انگریزی ادب سے ابتدائی واقفیت کے بغیر انیسویں صدی کی انگریزی تنقید سے دوچار چلتے ہوئے خیالات اخذ کر لئے، اور اپنے ادب کو ان محدود تصورات میں اس طرح مقید کیا کہ آنے والی نسلوں کے ادبی فہم اور ادبی ذوق کو غارت کر گئے'' (محمد حسن عسکری، اردو ادب کی روایت کیا ہے، مجموعہ محمد حسن عسکری، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور - 2008،ص:651)

اس زاویہ سے محمد حسن عسکری مشرق ومغرب میں فرق محسوس کرتے ہیں اور مغربی افکار و نظریات کی عظمت کو تسلیم کرنے کے باوجود مغربی افکار کی روشنی میں اردو شعر وادب کی تفہیم کو ناکافی تصور کرتے ہیں۔ چنانچہ اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے انہوں نے شاعری سے متعلق افلاطون اور ارسطو کے نظریہ نقل سے متعلق بحث کی ہے جس کو مغربی افکار میں اساسیات کا درجہ حاصل ہے۔ افلاطون شاعری کو رد کرتا ہے کیونکہ اس کے خیال میں حقیقت تک رسائی ممکن نہیں اور ارسطو شاعری کو قبول کرتا ہے کیونکہ اس کا خیال ہے کہ شاعری کے ذریعہ حقیقت کی نقالی ممکن ہے۔ گویا ان مفکرین کے نزدیک بنیادی مسئلہ حقیقت تک رسائی کا ہے۔ عسکری کا خیال ہے کہ افلاطون، ارسطو اور دیگر یونانی فلسفیوں کے نزدیک حقیقت عظمی کا جو تصور ہے وہ اسلامی تصور حقیقت کے مغایر

ہے۔ کیونکہ یونانی فلاسفہ حقیقت کے وجود کو موجودات میں شمار کرتے ہیں جو عقل وفہم میں سما سکے جبکہ اسلامی فلسفہ میں حقیقت عظمی کا وجود ان معنوں میں نہیں ہے جن معنوں میں یونانی فلاسفہ استعمال کرتے ہیں۔ اسلامی فلسفہ حقیقت کے وجود کو تسلیم کرتا ہے مگر اس طور پر کہ ''واجب جل شانہ کی ماہیت اپنی خودی سے موجود ہے''۔ گویا یونانی فلسفہ کے مطابق حقیقت موجود ہے، اس کی نقل کی جاسکتی ہے لیکن اسلامی تصور کے مطابق حقیقت کا وجود انسانی فہم سے بالاتر ہے، وہ اس طور پر موجود اور معدوم نہیں جس طور پر انسانی عقل وفہم ادراک کرتا ہے، لہٰذا اس کی نقالی بھی ممکن نہیں، البتہ اس کی جانب اشارے کیے جاسکتے ہیں۔

چونکہ یونانی فلسفہ شعر و ادب کو حقیقت کی نقل قرار دیتا ہے اور اسلامی فلسفہ نقل کی بجائے صرف اشارہ کہتا ہے، لہٰذا ثابت ہوا کہ دونوں کے نظریہ شعر میں بُعد ہے۔ اس وجہ سے محمد حسن عسکری اردو شاعری کی تفہیم اس کی اپنی تہذیب و روایت کی روشنی میں کرنا چاہتے ہیں نہ کہ مغربی افکار و نظریات کے تناظر میں۔ چنانچہ وہ شاعری کے سلسلہ میں افلاطون اور ارسطو کے نظریہ نقل کو ناقص قرار دیتے ہوئے اردو ادب کی تفہیم میں اس کو مفید تصور نہیں کرتے۔ محمد حسن عسکری اسلامی عقیدہ کے مطابق حقیقت کے تصور کو مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے واضح کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

> ''جب اسلام کا تصور حقیقت یہ ہے اور اسلامی شاعری کا فریضہ یہ ہے کہ اس حقیقت کی معرفت حاصل کرنے میں اپنی بساط بھر انسان کی مدد کرے تو پھر ارسطو کے ادبی نظریات ہماری شاعری کو سمجھنے میں کیسے مفید ہو سکتے ہیں؟'' (محمد حسن عسکری، اردو ادب کی روایت کیا ہے، مجموعہ محمد حسن عسکری، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور۔

2008،ص:649)

اس طرح محمد حسن عسکری نے مغربی تصور حقیقت کی بیخ کنی کی جس نے ہماری ادبی، فکری اور روحانی منظرنامے پر تسلط جمالیا تھا۔ عسکری نے مغربی بنیادوں کو نہایت ذمہ داری، اعتماد اور یقین سے چیلنج کیا ہے۔ مذکورہ بالا اقتباسات سے محمد حسن عسکری کے نظام فکر میں اسلامی افکار و نظریات کی بازگشت صاف سنائی دیتی ہے، اور یہ بھی کہ ان کا ذہن مغرب کا ضرور ہے مگر دل میں مشرقیت موجزن ہے۔

عام خیال یہ کہ محمد حسن عسکری کو اپنی عمر کے اخیر حصے میں اپنی روایت اور اپنی تہذیب کا احساس ہوا اور وہ شعر و ادب کی تفہیم روایت و تہذیب کی روشنی میں کرنے کو ضروری سمجھنے لگے۔ چنانچہ وہ اپنی اس فکری رُخ کے سبب اسلامی ادب کے علمبردار ہوئے، اور انھوں نے مغربیت کی بجائے مشرقیت کی اہمیت پر زور دیا۔ اس ضمن میں بعض ناقدین اس غلط فہمی کا شکار ہوئے کہ محمد حسن عسکری کے یہاں اپنی روایت کا شعور اس وقت رونما ہوا جب وہ ایک عمر ادب کی خاک چھاننے کے بعد مذہب اور عقیدے کی طرف آئے۔

یہ درست ہے کہ اپنی عمر کے اخیر حصہ میں محمد حسن عسکری کی فکر اس بات پر زیادہ مرتکز رہی کہ ہر ادب کی اپنی ایک روایت ہوتی ہے، اور اس کا رشتہ اپنی تہذیب و وراثت سے ہوتا، لہٰذا اس کی ترسیل و تفہیم بھی اسی پس منظر میں ہونی چاہئے، اس زاویے سے مشرقیت اور اسلام کی اہمیت کا شدید احساس ان کو عمر کے آخری چند برسوں میں زیادہ نمایاں اور باضابطہ طریقے سے ہوا، مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ اس کے عناصر شروع ہی سے ان کی تحریروں میں موجود ہیں۔ چنانچہ اپنے پہلے تنقیدی مجموعہ کے مضمون 'انسان اور آدمی' کے اخیر میں انھوں نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ اس بات پر شاہد ہیں کہ انہیں اسلامی تصور حیات کی اہمیت کا احساس شروع ہی سے تھا۔

''اسلامی کردار کی تخلیق بیسویں صدی کی انسانی

تہذیب میں انقلابی واقعہ ہوگا۔ یہ بات ہمارے لیے ایک اور لحاظ سے بھی اہم ہے۔ دوسری قومیں شاید اپنا تصور حیات چھوڑ کر بھی بری بھلی طرح زندہ رہ سکتی ہیں لیکن ہمارا تصور حیات اتنا واضح، معین اور غیر مبہم ہے کہ مسلمان صرف اپنے تصور حیات پر عمل کر کے ہی زندہ رہ سکتا ہے اس کے بغیر مسلمان کی زندگی ناممکن ہے۔ ہماری قومی زندگی کی نشو ونما اسی تصور حیات سے وابستہ ہے۔ ہمارے ادب میں بھی اسی طریقے سے جان آسکتی ہے'' (محمد حسن عسکری، انسان اور آدمی، مجموعہ محمد حسن عسکری، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور- 2008،ص:54)۔

مندرجہ بالا اقتباس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ محمد حسن عسکری کو ابتدا ہی سے اپنی روایت اور اپنی تہذیبی شناخت کا احساس تھا اور وہ شروع سے ہی اسلامی ادب کے علمبردار تھے۔ البتہ محمد حسن عسکری کی اس فکر پر ایک اعتراض ضرور ہوتا ہے کہ یہ مان بھی لیا جائے کہ ہر ادب کی اپنی روایت ہوتی ہے اور چونکہ بنیادی روایت دین و مذہب ہے، لہٰذا ادب کا رشتہ اپنے دین و مذہب سے ہوتا ہے، تو یہ کیا ضروری ہے کہ مذہب سے صرف مذہب اسلام مراد لیا جائے اور ادبی تفہیم اسلامی روایت کی روشنی ہی میں کی جائے؟

اس ضمن میں محمد حسن عسکری کا خیال ہے کہ تمام مذاہب و ادیان کا مطالعہ کیا جائے تو ان کے مقابلہ میں اسلام وہ تنہا مذہب ہے جو عام آدمی کی شخصیت کے متضاد پہلوؤں سے گھبرایا نہیں

اور نہ ہی ان سے آنکھیں چرانے کی کوشش کی بلکہ اسلام نے انسان کے ہر تقاضے کو اس کی واجب جگہ دی ہے۔ اسی وجہ سے وہ کہتے ہیں کہ بیسویں صدی میں یہ اہم کارنامہ ہوگا کہ اسلامی کردار کی تخلیق کی جائے اور شعبہ ہائے زندگی کے تمام شعبوں میں اسلامی تصور حیات سے غذا فراہم کی جائے، کیونکہ اسی تصور حیات سے ہماری قومی زندگی کی نشو ممکن ہے، اور ادب میں بھی اسی طریقے سے جان آ سکتی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

> ''کسی تعصب یا جانبداری کے بغیر یہ کہنا غیر مناسب نہ ہوگا کہ عام آدمی کی شخصیت، اس کی صلاحیتوں اور اس کی زندگی کے گونا گوں تقاضوں کا جتنا لحاظ اسلام نے رکھا ہے اتنا کسی اور مذہب یا نظام حیات نے نہیں رکھا۔ اسلام نے دل خوش کن باتوں سے کہیں زیادہ اصلی زندگی کی حقیقتوں کی طرف توجہ کی ہے'' (محمد حسن عسکری، انسان اور آدمی، مجموعہ محمد حسن عسکری، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور-2008، ص:53)۔

الغرض یہ محمد حسن عسکری کی فکری مساعی کا ایک اہم حصہ ہے کہ وہ اردو ادب کی روایت کو مضبوط بنیاد فراہم کرنا چاہتے ہیں اور اسے مغربی نظریات کے بجائے مشرقی تصورات کی روشنی میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ محمد حسن عسکری کا شمار ایسے ادیبوں میں ہوتا ہے جنہوں نے ادبی روایت کی بحث کے علاوہ ادب وتنقید کے دوسرے نت نئے مباحث کو موضوع گفتگو بنا کر قارئین کو غور وفکر کی دعوت دی ہے، اور اس طور پر شعر وادب کی تفہیم کے سلسلہ میں اپنی نئی راہ نکالنے کی کوشش کی ہے۔

☆☆☆